آل عمران ۱۹:

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ

(بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اور اہل کتاب نے [صحیح] علم آجانے کے بعد صرف اس لیے اختلاف کیا کہ وہ باہم ضد اور حسد رکھتے تھے اور جو کوئی اللہ کی آیات کا انکار کرتا ہے تو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔)

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے)

الدِّين (د ی ن): ملّت، شریعت، زندگی کا طریقہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے زندگی کا طریقہ مقرر کیا ہے جس کے مطابق بندے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے۔ اللہ کے نزدیک اپنی مخلوق کے لیے جو زندگی کا طریقہ یا ضابطہ مطلوب اور مقبول ہے وہ ہے الْإِسْلَام ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے اور غیر مشروط (Unconditional) اللہ کی اطاعت کرے۔ یہ شرط نہ ہو کہ اگر میرا کام ہوگا تو میں اللہ کی مانوں گا اور اگر میرا کام نہیں ہوا تو میں اپنی مرضی کروں گا۔ یہ نہیں کرنا ہے۔ بلکہ ہر حال میں اللہ کی اطاعت کرنا ہے۔

اسلام وہ طریقہ زندگی ہے جو اللہ نے حضرت آدمؑ کے زمانے سے لے کر نبیؐ تک تمام انبیاء کو دیا۔ نبیؐ نے کوئی نیا دین نہیں لائے تھے کیونکہ اللہ کے نزدیک دین (طریقہ زندگی) ایک ہی ہے اور وہ ابتدائی انسانیت کو دے دیا گیا۔ لیکن ہر دور کی ضرورت کے مطابق لوگوں کو الگ الگ احکامات دیئے گئے۔ اور سب کا نام مسلمان تھا کیونکہ سب اسلام پر تھے۔ ابراہیمؑ اور اُن کے سارے بچے مسلمان تھے اور انھوں نے اپنے بچوں کو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنے کی وصیت کی (البقرۃ: 132-133)۔ اسی طرح عیسیٰؑ بھی مسلمان ہی تھے (آل عمران: 52)۔ اللہ تعالیٰ نے بھی سبھی ایمان والوں کو یہی حکم دیا ہے کہ تم مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا (آل عمران: 102)۔ کسی بھی فرقہ کا نام نہیں بتایا۔ الحج: 78← "... اُسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اس قرآن سے پہلے اور اِس [قرآن] میں بھی..." اِسی لیے ہمیں اپنے آپ کو مسلمان ہی کہنا ہے۔

اسلام کے علاوہ کوئی اور دین قبول نہیں کیا جائیگا۔

آل عمران: 85← وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی بھی دین اختیار کرے گا تو اُس کا دین ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔)

محمدؐ کے قیامت تک اور تمام لوگوں کی طرف رسول ہونے پر قرآن و حدیث میں بکثرت دلائل موجود ہیں۔

مسلم: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! اِس امت میں سے اگر کوئی بھی یہودی یا عیسائی میرے بارے میں سنے اور اِس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ جہنمی ہوگا۔

بخاری: ہر نبی کو خاص اُسی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے...

الاعراف: 158← قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (آپ کہہ دیجیئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں...)

سبأ: 28← وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے...)

مسلم: ہر نبی خاص اپنی قوم ہی کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا...

یعنی ہر نسل، ہر رنگ اور ہر طرح کے لوگوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اسی لیے رسولؐ نے عرب ممالک میں اسلام پہنچانے کے بعد آس پاس کے تمام بادشاہوں کو بھی خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی۔

اب جو شخص رسولؐ کی رسالت کو نہیں مانتا اور نہ آپؐ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنا عمل اور عقیدہ ہی درست کرتا ہے تو اُس کا دین اللہ کے ہاں معتبر نہیں، خواہ وہ توحید کا قائل اور دوسرے ایمانیات کا اقرار کرتا ہو۔

پچھلی آیت سے ربط:

جو لوگ توحید پر قائم ہیں وہ اللہ کو راضی کرتے ہیں۔ وہ اللہ سے دعائیں کرتے ہیں اور اللہ کو خوش کرتے ہیں اور اللہ ہی کے بنائے گئے طریقوں پر چلتے ہیں۔

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (اور اہل کتاب نے [صحیح] علم آجانے کے بعد صرف اس لیے اختلاف کیا کہ وہ باہم ضد اور حسد رکھتے تھے)

اہل کتاب (یہود و نصریٰ) نے دین کے حقائق کا علم آنے کے بعد اختلاف کیا۔ اختلاف سے مراد یہودیوں کے آپس میں اختلافات اور فرقہ بندیاں۔ اسی طرح عیسائیوں کے آپس میں اختلافات اور فرقہ بندیاں۔ پھر وہ اختلافات بھی مراد ہے جو اہل کتاب کے درمیان آپس میں تھے۔ اور جس بناء پر یہودی نصرانیوں اور نصرانی یہودیوں کو کہا کرتے تھے "تم کسی چیز پر نہیں ہو"۔ (البقرۃ: 113)۔ اسی طرح محمدؐ کی نبوت اور عیسیٰؑ کی نبوت کے بارے میں اختلاف بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔

یہ سارے اختلافات دلائل کی بنیاد پر نہیں تھے بلکہ باہم ضد، حسد، بغض اور تکبر کی وجہ سے تھے۔ وہ لوگ حق کو جاننے اور پہچاننے کے باوجود محض دنیاوی فائدوں کے خاطر غلطیات پر جمے رہتے تاکہ لوگ اُنہی کے حلقے میں آتے رہے، اُن کی عزت بنی رہے، اپنی سرداریاں اور چودھراہٹیں قائم رہے اور لوگ انھیں تحفے تحائف دیتے رہے۔ وہ اپنی بڑائی جتانا چاہتے ہیں۔

ضد کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے۔ اور ضد اُس وقت ہوتی ہے جب انسان میں تکبر ہوتا ہے کہ میں بڑی چیز ہوں اس لیے مجھے اہم مانا جائے یا دنیاوی فائدے حاصل کرنے کے لیے بھی ضد کرتے ہیں۔ ضد انسان کو حق سے دور کر دیتی ہے۔ انسان اپنی ہی بات پر اڑ جاتا ہے اگرچہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔

اہل کتاب کے آپس میں اختلافات:

بنی اسرائیل میں اختلافات ہوتے اور پھر اُن کے فرقے بنے۔ یہودیت اور نصرانیت دونوں بنی اسرائیل تھے۔ دونوں کا دین اسلام ہی تھا۔ یہودیت اور نصرانیت فرقہ وارانہ نام ہیں۔ فرقے بننے کی بنیادی وجہ اُن کے آپس کے اختلافات جو ضد کی وجہ سے تھے جس کے نتیجے میں اُنکے درمیان مذہبی جنگیں بھی ہوئی۔

اہل کتاب کے محمدؐ کی نبوت کے بارے میں اختلافات:

تورات اور انجیل میں رسولؐ کی نبوت کے بارے میں ذکر موجود ہے اور اُن کی نشانیاں بھی بیان کر دی گئی ہیں اور اہل کتاب کو یہ بھی پوری طرح یقین ہو چکا ہے کہ کتاب میں ذکر کئے گئے نشانیوں کے مطابق محمدؐ آخری رسول ہے۔ محمدؐ کی نبوت کے انکار کی وجہ محض اُن کی سرداریاں ختم ہونا یا بعض دوسرے دنیاوی مفادات کے ضائع ہونے کا ڈر تھا۔

بہر حال اہل کتاب دین کے حقائق کا علم آنے کے بعد اُس صحیح علم کو چھوڑ کر اپنے خواہشات کے پیچھے پڑ گئے اور خود ساختہ دین بنا لیا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں حقائق مختلف نظر آنے لگے اور خود پسندی کا شکار ہو گئے۔ اپنے کو اچھا سمجھنے لگے اور دوسروں کو بُرا۔

جب کوئی انسان اپنے دین کی بنیاد اِس پر رکھتا ہے کہ میں وہی کروں گا جو قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ اور صحیح اور غلط معلوم کرنے کا اور اختلاف دور کرنے کا معیار قرآن و حدیث ہیں تو وہ اختلافات میں نہیں پڑے گا۔ وہ صحیح بات کو قبول کرے گا۔ اختلافات اُس وقت ہوتے ہیں جب انسان قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اپنے خود ساختہ علوم اور تصورات پر مبنی دین گھڑ لیتا ہے۔

یہ ہم مسلمانوں کو بھی تنبیہ کی جا رہی ہے کہ دیکھو پہلے لوگوں نے کیا کیا۔ انھوں نے بھی اَلْعِلْم اور اَلدِّين کو چھوڑ کر اختلاف اور باہم لڑائی جھگڑے کئے۔ لیکن تم ایسا نہ کرنا۔

آج مسلمانوں کے جو فرقے بنے ہوئے ہیں اُن میں اختلافات کی وجہ ضد ہے۔ ہر ایک یہ کہتا ہے کہ میں ہی صحیح ہوں اور میری ہی مانی جائے چاہے اُن کی بات قرآن و حدیث سے ٹکراتی ہو۔

اسلام کا مطلب ہی ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا، اللہ کے ہر حکم کے آگے جھک جانا۔ ہمیں اپنی مرضی اور پسند نہیں دیکھنا ہے بلکہ اللہ کی مرضی کے حوالے اپنے آپ کو کرنا ہے۔ اِس سے انسان میں عاجزی پیدا ہوتی ہے پھر اُس میں اپنی خود ساختہ باتیں منوانے میں تکبر نہیں رہتا۔ بلکہ وہ اللہ اور رسولؐ کا تابعدار ہو جاتا ہے۔ اور ضد ختم ہو جاتی ہے۔

وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (اور جو کوئی اللہ کی آیات کا انکار کرے تو یقیناً اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔)

کفر کی ایک وجہ تکذیب (جھٹلانا) ہوتا ہے۔ مشرکین کا کفر تکذیب کی بناء پر تھا اور کفر کی دوسری وجہ تکبر ہوتا ہے۔ یہودیوں کا کفر تکبر کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ انھیں مذہبی بڑائی حاصل تھی۔ انھیں ڈر یہ تھا کہ اگر ہم محمدؐ کو مان لے گئے تو پھر ہماری بڑائی جاتی رہیگی۔ ہمارے اوپر کوئی اور علم والا آجائیگا۔ وہ عربوں کو اُمّی (ان پڑھ) کہتے تھے۔ اور دوسرا یہ کہ یہ آخری نبی ہماری نسل (بنی اسرائیل) سے کیوں نہیں آیا، بنو اسماعیل سے کیوں آیا۔ انھیں اپنے نسل پر بھی بڑا تکبر تھا۔ ابلیس کا بھی تو یہی تکبر کا مسئلہ تھا اِسی لیے تو بنی اسرائیل کے ذکر سے پہلے ابلیس اور آدمؑ کا قصہ مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ ہمارے لیے بھی تنبیہ ہے۔

اللہ کی آیات کو دیکھنے کے بعد، دلیل ملنے کے بعد اگر کوئی اُس کا انکار کرتا ہے تو وہ کبھی معاف کر نہیں جا سکتا۔ اگر کوئی شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لیکن وہ قرآن و حدیث کے دلائل کا محض اس لیے انکار کرتا ہے کہ اُسے اپنی بات منوانی ہے یا اپنے فرقے کو فروغ دینا ہے تو اُسے یاد رکھنا چاہیے کہ قبر میں اور قیامت کے دن یہ سوال نہیں پوچھا جائیگا کہ تم کس فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اِس لیے قرآن و حدیث سے مضبوط تعلق پیدا کرو اور اُس کے مطابق سمجھو اور عمل کرو۔

کفر کرکے اگر ابھی اللہ پکڑ نہیں رہا ہے تو یاد رکھے! ایک دن وہ ضرور پکڑنے والا ہے۔ جب وہ پکڑے گا تو کوئی چھڑانے والا نہیں ہے۔

اللہ جلد ہی حساب لینے والا ہے۔
حساب لینے میں جلدی دو طرح کی ہیں:

1) دنیا جلدی ختم ہو جائیگی یعنی زمانے کے اعتبار سے اور بہت جلد آخرت آنے والی ہے۔ آخرت کے مقابلے اِس دنیا کے وقت کے لحاظ سے کوئی موازنہ نہیں۔ کیونکہ یہ دنیا آخرت کے مقابلے بہت ہی مختصر ہے۔

2) قیامت کے دن جب حساب شروع ہوگا تو آدھے دن میں ہی سارے لوگوں کا حساب ہو جائیگا۔ اتنے تیزی سے ہوگا۔

اِس لیے اِس سے پہلے کہ ہمارا حساب لیا جائے، ہمیں خود اپنا حساب کرنا ہے کہ کہاں کہاں ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں توبہ و استغفار کرتے رہنا ہے۔ جب قرآن و حدیث کی بات سامنے آجائے تو اختلافات کو طول نہیں دینی چاہیے۔ فوراً اُسے مان لینا چاہیے۔